Pakistan Islamicus

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

Bi-Annual

Trilingual: Urdu, Arabic, and English

pISSN: 2789-9365 eISSN: 2790-4911

https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Published by:

Muslim Intellectuals Research Center

Multan-Pakistan

website: www.mircpk.net

Copyright Muslim Intellectuals Research Center

All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

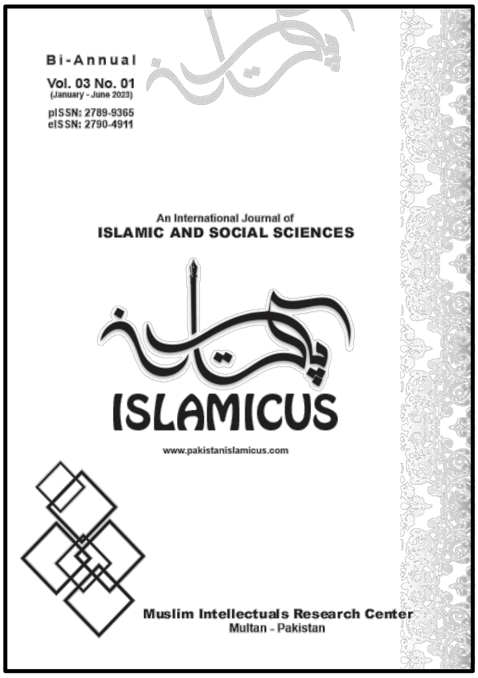

TOPIC

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اوران کے تدارک کے طریقےاور معاشرے پران کے اثرات

CAUSES OF CRIMES AND METHODS OF ITS PREVENTION IN THE FORMER STATE OF CHITRAL AND THEIR EFFECTS ON THE SOCIETY

AUTHORS

Saeed Ur Rahman

PhD Scholar Islamic Studies,

Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar, KPK, Pakistan.

Email: razishaikh@gmail.com

How to Cite

Saeed Ur Rahman.

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اوران کے تدارک کے طریقےاور معاشرے پران کے اثرات

CAUSES OF CRIMES AND METHODS OF ITS PREVENTION IN THE FORMER STATE OF CHITRAL AND THEIR EFFECTS ON THE SOCIETY

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic & Social Sciences). 3(01),

Pages 39-49

Retrieved from

https://www.pakistanislamicus.com/index.php/home/article/view/162

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اور ان کے تدارک کے طریقے اور معاشرے پر ان کے اثرات

CAUSES OF CRIMES AND METHODS OF ITS PREVENTION IN THE FORMER STATE OF CHITRAL AND THEIR EFFECTS ON THE SOCIETY

Saeed Ur Rahman
PhD Scholar Islamic Studies,
Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar, KPK, Pakistan.
Email: razishaikh@gmail.com

Abstract

Therefore, it is very important to find out the motives behind these incidents. At the same time, it is important to know that in the former state of Chitral, there were very strong and exemplary methods of crime prevention and arrest of Criminals, which led to the prevention of heinous Crimes and murders. And to this day, their effects are felt in Chitral society. Therefore, it is important to be aware of all these. So, adopting these, the growing killing and destruction in the society, fights and hatreds could be stopped and saved from.

Keywords: Raees Dynasty, Katoor, Princely State, Shuja-Al-Mulk,.

تعارف:(Introduction)

ریاست چترال میں صدیوں تک رائج اسلامی نظام کی خوبیوں سے معاشرے کو آگاہ کر کے بڑھتی ہوئی خرابیوں اختلافات، فسادات، جنگ وجدال وغیرہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان تمام چیزوں کا واحد حل اسلامی نظام ہی ہے۔

اور اس سلسلے میں میں نے متعلقہ فیصلوں کے اصل ریکارڈ تک رسائی حاصل کر کے ان کی بنیاد پر حقائق کو معاشرہ کے سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

چونکہ اس سے پہلے ان فیصلوں پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اس لئے بھی ضرورت تھی کہ اس پر تحقیقی کام کیا جائے۔ اگرچہ عمومی تاریخ کی کئی کتابیں، جیسے مرزا غفران کی فارسی تاریخ چترال، منشی عزیز الدین کی اردو تاریخ چترال، پروفیسر اسرار الدین کی سر ناصر الملک، اور تاریخ چترال کے بکھرے اوراق، مرزا فضل واحد بیگ کی تاریخ شاہان چترال، اس کے علاوہ ریاست چترال کی تاریخ اور تعارف پر ڈاکٹر یونس خالد کی ریاست چترال کی تاریخ اور طرز حکمرانی وغیرہ موجود تھیں۔ لیکن مذکورہ تمام کتابوں میں صرف چترال کی تاریخ کو زیر بحث لائی گئی ہے۔ اور وہ بھی کسی حد تک نامکمل ہے۔ جبکہ ریاست چترال کے شرعی دور کے مقدمات اور ان کے اسباب اور طریقہ کار وغیرہ سے متعلق کوئی قابل ذکر بحث موجود نہیں۔

زیر بحث آرٹیکل میں ان تمام چیزوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

عمومی اسباب و محرکات

ریاستی دور کے قصاص ودیت وغیرہ فوجداری مقدمات کو دیکھنے اور اسی طرح متعلقہ دوسری کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قتل وغیرہ جرائم کے عمومی اسباب مندرجہ ذیل تھے۔

1۔اسلامی تعلیمات سے دوری: انسان جب احکام الٰہیہ سے دور ہوتا ہے تو رحم وشفقت کا مادہ ختم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اسلامی تعلیمات سے دور، اللہ کے نافرمان لوگوں کو قرآن نے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

"وَلَقَدْ ذَرَأْنا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لا يَفْقَهُونَ بِها وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لا يُبْصِرُونَ بِها وَلَهُمْ آذانٌ لا يَسْمَعُونَ بِها أُولئِكَ كَالْأَنْعامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولئِكَ هُمُ الْغافِلُونَ."[1]

''اور ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لئے پیدا کئے۔ ان کے پاس دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

2۔ناخواندگی یعنی دنیاوی تعلیم سے دوری اور جہالت: دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی انسان کے لئے ضروری ہے، اصل اور مقصود تو دینی علم ہے لیکن انسان دنیاوی تعلیم کی وجہ سے بھی کسی حد تک ان برائیوں سے بچتا ہے جن میں ایک ناخواندہ اور اناڑی قسم کا شخص مبتلا ہوتا ہے۔ چونکہ اس دور میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے علوم سے یہاں کے لوگ کلی طور پر نہیں تو کافی حد تک ضرور ناآشنا تھے، جس کی وجہ سے یہ واقعات رونما ہوتے تھے۔

3۔شکوک وشبہات کی پیروی: چونکہ ان میں اکثر واقعات شک کی بنیاد پر پیش آئے ہیں۔ اور یہی آج کل بھی ہمارے معاشرے میں عام ہے کہ تھوڑے سے شک کی بنیاد پر آدمی پر بہتان لگا لیتے ہیں، حالانکہ شریعت میں حدود وغیرہ کے ثبوت کے لئے کتنی سخت شرائط ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے ایک مرتبہ درس کے دوران فرمایا کہ میں سترہ سال پاکستان کی عدالتوں میں مختلف عہدوں پر رہا، پورے سترہ سالوں میں کوئی دو یا تین کیسز ایسے تھے کہ ان مجرموں پر شرعی حد لاگو ہو سکتی تھی، ورنہ ان کے علاوہ تمام کیسز صرف شک وشبہ کی بنیاد پر تھے۔

---

[1] الاعراف، 179:7 — Al-Araf, 7:179

4۔خوبصورتی کے اثرات: انسان کے حسن وجمال میں ایک ایسی کشش ہے کہ یہ دوسرے انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔اور چترال کی عورتوں میں حسن وجمال قدرتی طور پر زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے۔ حسین وجمیل عورت کی طرف مرد کا میلان بنسبت دوسری عورتوں کے زیادہ ہوتا ہے۔اسی لئے حدیث پاک میں اس کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سات بندے اللہ کے عرش کے سایے میں ہونگے جب لوگ پریشانی کے عالم میں ہونگے۔ان سات افراد میں سے ایک وہ شخص ہے جسے حسین وجمیل اور اعلیٰ حسب ونسب والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ اللہ سے ڈرے، اور اس گناہ سے محفوظ رہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: ---- وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ۔"[2]

5۔کیلاشی رسم ورواج/یونانی ثقافت کے اثرات/ناچ گانا وغیرہ: چونکہ کیلاش مذہب میں ایسے رسوم ورواج موجود ہیں جنہیں وہ لوگ مذہبی یا معاشرتی رسوم کے طور پر کرتے ہیں۔ جیسے مردو عورتوں کا اختلاط، بے پردگی اور عریانی، ناچ گانا، ڈانسنگ، حتی کہ فوتگی کے موقع پر بھی یہ لوگ ناچ گانے کی محفلیں سجاتے ہیں۔ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ناچتی گاتی اور رقص کرتی ہیں۔اور یہ ان کا مذہبی طریقہ ہے۔ لیکن اس کے اثرات یقیناآس پاس کے ماحول پر پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اس ناچ گانے کو علاقے کی ثقافت قرار دینے لگے۔ تو جب لوگ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھیں بلکہ اس کو اپنی ثقافت کا حصہ قرار دیں تو قتل وغارت اور فسادات تو ہونگے۔[3]

6۔شرعی پردہ کا فقدان: چنانچہ اس کیلاشی اور یونانی ثقافت کا اثر تھا کہ یہاں شرعی پردہ کا فقدان تھا۔ بے پردگی عام تھی[(4)]۔اگرچہ لوگ اس کو سادگی کا نام دیتے تھے۔ نہ اپنوں کا فرق تھا، نہ غیروں کا۔ گاؤں سے باہر اگرچہ پردے کا کچھ تصور موجود تھا، لیکن اپنے علاقہ میں، اپنے خاندان وغیرہ میں شرعی پردے کا تصور بالکل نہیں تھا۔ اس وقت بھی اکثریت کا یہی حال ہے۔ تو جب شرعی پردہ نہ ہو آپس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو تو یقینا یہ واقعات پیش آتے ہیں، کیونکہ اس میں شیطان کے لئے راہ ہموار ہو جاتی ہے جب مرد وعورت تنہائی میں ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامحرم مرد وعورت کی خلوت سے منع کیا ہے۔

---

[2] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، (دمشق: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، باب من جلس فی المسجد، حدیث:660

Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Al-Jame Al-Sahih, (Damishq: Dar Toq Al-Najat), Bab Man Jalasa Fi Al-Masjid, Hadith:660

[3] نوید اسلم، شیخ، شمالی علاقہ جات اور پاکستان، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2013ء)، ص138؛ منشی عزیز الدین، تاریخ چترال، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2010ء)، ص29

Naveed Aslam Sheikh, Shimali Ilaqajat Aur Pakistan, (Lahore: Sang Meel Publications, 2013AD(, p.138 ; Munshi Azizuddin, Tarikh-E-Chitral,(Lahore: Sang Meel Publications, 2010AD), p.29

[4] عزیز الدین، تاریخ چترال، ص31

Azizuddin, Tareekh-E-Chitral, p.31

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ، عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قال رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔۔۔ أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا۔[5]

''خبر دار! کوئی مرد ہرگز کسی عورت کے ساتھ خلوت یعنی تنہائی اختیار نہ کرے اس لئے کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

7۔غربت وافلاس: غربت وافلاس بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا۔"[6]

اور بعض اوقات انسان کو قتل وغارت پر امادہ کرتا ہے۔کیونکہ انسان بھوک سے تنگ آکر ہر جائز وناجائز فعل کا ارتکاب کرتا ہے جو اسے اس غربت سے نکالنے والا ہو۔چنانچہ بے شمار واقعات معاشرے میں پیش آتے رہتے ہیں۔اور چونکہ ریاست چترال میں ایک صدی پہلے انتہائی تنگی اور افلاس کا دور دورہ تھا۔جس کی وجہ سے تعلیم کا بھی فقدان تھا۔پورے ملک میں چند افراد پڑھے لکھے،اور وہ بھی مفلسی وغریبی کے مارے ہندوستان یا پشاور جا کر پڑھ آئے۔تو اس غربت وافلاس کی وجہ سے بھی ایسے واقعات پیش آتے رہے۔[7]

8۔احساس محرومی: یہ بھی ایک ایسا سبب ہے جو انسان کو ہر قسم کے فعل پر مجبور کرتا ہے۔چاہے اچھا ہو یا برا۔ اور جب انسان کے اندر سے رواداری، دوسروں کو اپنے پر ترجیح دینا وغیرہ اوصاف ختم ہو جائیں۔تو انسان ظلم، قتل وغارت اور فسادات پر آمادہ ہو جاتا ہے۔اور خاص کر تنگ دستی اور بھوک وافلاس کے دور میں یہ اور بھی انسان کو ناجائز افعال پر آمادہ کرتا ہے۔تو گویا یہ احساس محرومی بوجہ عدم رواداری بھی ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب تھا جن کی وجہ سے یہ واقعات پیش آئے۔

9۔غیرت وانا: چترال کے لوگ چونکہ اکثر باہر سے آئے ہیں، مختلف قبائل سے ہجرت کر کے یہاں آئے۔اس لئے ان میں قبائلی مزاج اور غیرت وانا کا مسئلہ بہر حال باقی تھا۔اگرچہ بعد میں ایک طویل مدت تک شرعی نظام کے تحت رہنے کی وجہ سے چترالی باشندوں کے مزاج میں نرمی، متانت، وغیرہ اچھی صفات پیدا ہوئیں۔اور اس شرعی نظام کی برکت سے ان بری صفات کا ایسا خاتمہ ہوا کہ لوگ چترالیوں کی نرم مزاجی اور شرافت پر رشک کرنے لگے۔الحمد اللہ آج بھی چترال سے تعلق رکھنے والے اکثر لوگوں میں یہ اچھے اوصاف موجود ہیں۔اور یہ سب اس شرعی نظام کی برکات ہیں جو یہاں صدیوں تک نافذ العمل رہا۔

---

[5] محمد بن عبداللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1411ھ بمطابق 1990ء)، حدیث: 390
Muhammad Bin Abdullah Al-Hakim, Almustadrak Ala Al-Sahihain, (Berot:Dar Al-Kutub Al-Ilmiah, 1990AD), Hadith:390

[6] احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان، (ریاض: مکتبۃ الرشد، 1423ھ-2003م)، باب نمبر 43، باب الحث علی ترک الغل، حدیث: 6188
Ahmad Bin Al-Hussain Al-Beihqi, Shuab Al-Iman, (Riaz: Maktaba Al-Rushd, 1423HD- 2003AD), Bab Number 43, Bab Al-Hith ala Tark Al-Feli, Hadith:6188

(7) عزیز الدین، تاریخ چترال، ص 34
Azizuddin, Tareekh-E-Chitral, p.34

10۔رسم ورواج اور دستور کو حد سے زیادہ ترجیح دینا: چنانچہ ان میں سے بہت سارے مقدمات ایسے بھی ہیں جنہیں عرف کے مطابق قتل قرار دے کر قاتلوں کو بری کیا گیا۔ کیونکہ ان رواجی قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق کی صورت میں پائے تو اسے یہ اختیار حاصل تھا کہ اسے قتل کرے، اور اس قتل پر کوئی سزا وغیرہ نہیں تھی۔ اور یہ وہ قانون ہے جو غیرت کے نام پر اسلام سے پہلے بھی عرب میں موجود تھا، اور مختلف قبائل میں آج بھی موجود ہے۔ جس کو سندھ میں کاروکاری، پنجاب میں کالا کالی، خیبر پختونخواہ میں طور طورہ اور بلوچستان میں سیاہ کاری کا نام دیا جاتا ہے۔

جہاں تک اس قتل کا تعلق ہے تو اسے جمہور فقہاء کرامؒ نے ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے جائز نہیں کہا ہے۔ کہ کوئی شخص قانون ہاتھ میں لے کر خود حدود نافذ کرنا شروع کردے۔ لیکن اگر کوئی قتل کرے تو اس کا کیا حکم ہے اس بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ البتہ قتل عمد میں اس کو شمار نہ کرنے میں بھی تمام فقہاءؒ متفق ہیں۔ کیونکہ قتل عمد کے لئے مقتول کا معصوم عن الدم ہونا ضروری ہے [8] جو یہاں موجود نہیں۔

بعض مالکیہؒ اور حنابلہؒ کا مذہب ہے کہ اس طرح قتل کی صورت میں قاتل یا تو مکمل بری ہو جائے گا یعنی کسی قسم کی سزا اور تعزیر نہیں ہوگی، یا پھر قتل خطا میں شمار ہوگا۔[9]

"وَقَالَ أَحْمد وَإِسْحَاق: إِن أَقَامَ بَيِّنَة أَنه وجده مَعَ امْرَأَته هدردَمه۔"[10]

ملکی قانون کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو پاکستان کے مجموعہ تعزیرات کے مطابق بھی عزت اور غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کو "قتل عمد" کی بجائے "قتل خطا" سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ سابقہ دور کے سینکڑوں فیصلے ریکارڈ پر ہیں جن میں غیرت کے قتل کو "قتل عمد" نہیں سمجھا گیا، بلکہ قتل خطا قرار دے کر دیت لازم کر کے یا پھر بعض صورتوں میں بغیر دیت کے معاف کر دیے گئے۔ البتہ بعد میں اس کو بعض صورتوں میں فساد فی الارض کے تحت داخل کر کے سزائے موت کے زمرے میں بھی لایا گیا۔ اور مقتول کے ورثاء پر حاکم وقت کو ترجیح دی گئی، اور تعزیر میں حاکم وقت اگر چاہے تو سزائے موت کی تعزیر بھی ہو سکتی ہے۔ پھر ورثاء کے لئے معافی کا حق سلب کرتے ہوئے ریاست کو مقتول کا سرپرست بننے کی راہ اپنائی گئی اور سزا کو 15 سال سے بڑھا کر

---

(8) حسن علی الشاذلی، الجنایات فی الفقہ الاسلامی، (دار الکتاب الجامعی، سن طباعت نامعلوم)، 85:1
Hasan Ali Al-Shazli, Al-Jinayat Fi Al-Fiq Al-Islami, (Dar Al-Kitab Al-Jamee, San Tibaat Namalum)

(9) محمد بن احمد بدر الدین العینی، عمدۃ القاری شرح البخاری، (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 205:20
Muhammad Bin Ahmad, Badruddin, Al-Aini, Umda Al-Qari Sharh Al-Bukhari,(Berot: Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi), 20/205

(10) العینی، عمدۃ القاری، 21:24
Al-Aini, Umda Al-Qari, vol 24, p.21

25سال قید کردی گئی۔ بوقتِ ضرورت عدالت قتل غیرت کوفساد فی الارض اور دہشت گردی کے تحت بھی سماعت کرسکتی ہے۔اس کے لئے اعلیٰ پولیس افسران کی خدمات لینے کے علاوہ،عدالتِ عالیہ صوبائی حکومتوں کے اختیارات بھی استعمال کرسکتی ہے.[11]

بہرحال غیرت کے حوالے سے جرائم کی سنگین صورتیں مجرموں کے لئے سزائے موت کو شرعالازم تو کرتی ہیں، جبکہ شرعی اصولوں کے مطابق پایہ ثبوت کو پہنچیں، لیکن پھر بھی ورثاء کے لئے قانون کو ہاتھ میں لینے کی گنجائش نہیں ہے، یہ صرف مسلمان حاکم کا استحقاق ہے۔ تاہم اس کو قتل عمد کہنادرست نہیں، کیونکہ قتل عمد جس کے بدلے قصاص لازم ہوتا ہے، کے لئے مقتول کامعصوم عن الدم ہوناضروری ہے۔حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، زیدیہ، امامیہ اور ظاہریہ سب نے اس کی صراحت کی ہے کہ قصاص لینے کے لئے مقتول کامعصوم عن الدم ہوناضروری ہے۔[12]

حاصل یہ کہ پاکستانی رسوم رواج میں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کی بہت سی شکلوں کی سزا قتل نہیں، یہ غیرت کا ناجائز استعمال ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کاارتکاب شرعاً ممنوع ہے، تاہم ایسے قتل کی سزا سابقہ جرم کی روشنی میں قانون وشرع کے تقاضوں کے مطابق دی جائے، اور عملاً بدکاری ثابت کردینے پر قاتل کو سزامیں رعایت ملے۔[13] کیونکہ اللہ تعالی سے زیادہ غیور کوئی نہیں ہوسکتا، اور اس نے ایسی حالت میں قتل کی اجازت نہیں دی بلکہ بیوی کواس حالت میں دیکھنے والے شوہر تک کولعان کاراستہ بتایاہے اور لعان کی روایات نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگر لعان کی آیات نہ ہوتیں توبیوی پر زنا کاالزام لگانے والے شوہر کو چار گواہ ہی پیش کرنے ہوتے اور ناکامی کی صورت میں اسے قذف کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔[14] اور پاکستانی قانون میں اس طرح کے قتل میں اولیاء مقتول کی جانب سے معافی کے بعد بھی قاتل کو سزائے موت دی جاسکتی ہے کیونکہ اسے فساد فی الارض قرار دے کر ولی کی معافی کے اختیار پر حاکم کے اختیار کو فوقیت دی گئی ہے۔ جو پوری قوم کے نمائندہ کی حیثیت سے قابل استعمال ہے۔[15]

اسی طرح ان بے جارسم ورواج کی پابندی اور غیر شرعی دستور میں سے یہ بھی تھا کہ جائداد تقسیم کرتے ہوئے بیٹیوں کو حصہ نہیں دیاجاتاتھا، بلکہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں دی جاتی تھیں، جیساکہ بش(BASH)چترالی زبان میں کھانے کی اس چیز کوکہتے ہیں جو سال میں دومرتبہ عیدین کے موقع

---

(11) گزٹ آف پاکستان، مجریہ 11 جنوری 2005ء، حصہ اول، ص 1تا6
Gazette of Pakistan, Majria 11 Januari 2005AD, Hissa Awwal, p.1 to 6

(12) الشاذلی، الجنایات، 1:85
Al-Shazli, Al-Jinayat, 1/85

(13) حسین مدنی، غیرت کے نام پر قتل اور شریعت اسلامیہ، مجلہ: محدث، جلد368، شمارہ5، (نومبر2014ء)، ص1-15
Hussain Madani, Ghairat k Nam Par Qatl aur Shariat Islamia, Majall: Muhaddith, Vol 368, Shumara 5,(November 2014AD), p.1 to 5

(14) البخاری، الجامع الصحیح، باب نمبر21، ة، حدیث:2671
Al-Bukhari, Al-Jame Al-Sahih, Chapter 21, Hadith 2671

(15) عطاءاللہ صدیقی، غیرت کا قتل: قانونی واسلامی نقطہ نظر، مجلہ: محدث، جون(1999ء)ص1-15؛ منظور احمد، غیرت کے نام پر قتل: فقہائے حنفیہ کی منتخب آراء کاجائزہ، مجلہ: فکر ونظر، جلد53، شمارہ4، (2016ء)، ص59-78
Ataullah Siddiqui, Ghairat ka Qatal: Qanuni wa Islami Nuqta Nazar, Majalla: Muhaddith, June(1999Ad), p.1-15 ; Manzoor Ahmad, Ghairat k name Par Qatal: Fuqaha-E-Hanafia ki Muntakhab Ara ka Jaiza, Majalla: Fikr o Nazar, Vol 53, Shumara 4, (2016AD), p.59-78

پر بیٹی کے گھر بھیج دی جاتی، اور اس کو جائداد میں سے اس کے حصے کا بدل قرار دیا جاتا۔ اور یہ آج کل بھی رائج ہے۔ جو کہ سراسر غیر شرعی دستور ہے۔ کیونکہ قرآن میں جو حصہ اللہ پاک نے بیٹی کے لئے مقرر کیا ہے وہ آیت میراث میں موجود ہے وہ اس کو ملنا ہے۔

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ."[16]

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

اسی طرح اس وقت کے غیر شرعی رواجی قوانین میں سے یہ بھی تھا کہ لڑکوں میں بھی جائداد انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں ہوتی تھی بلکہ باپ کی طرف سے تعمیر کردہ گھر سب سے چھوٹے بیٹے کو مل جاتا اور اسے چیروبشو کہتے تھے،[17] اور بعض یہ کہتے ہیں "کہ یہ ملکی دستور ہے یعنی علاقے کا عرف ہے اور قدیم دور سے چلا آرہا ہے"۔۔۔لِأَنَّ الْقَدِيمَ يتْرَكُ عَلَى قَدَمِهِ[18] یہ یقیناً مسلم ہے کہ کوئی معاملہ قدیم دور سے چلا آرہا ہو اسے باقی رکھا جائے گا، لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب تک وہ شریعت کے خلاف نہ ہو، اگر وہ شریعت کے اصولوں کے خلاف ہو، یا اس کو باقی رکھنے میں کسی فرد یا جماعت کو ضرر ہو تو اسے تبدیل کرنا ضروری ہے چاہے وہ کتنا ہی قدیم ہو[19] الضَّرَرُ لَا يَكُونُ قَدِيمًا يَعْنِي: لَا يُعْتَبَرُ قِدَمُهُ وَلَا يُحْكَمُ بِبَقَائِهِ[20] الْقَدِيمُ يُتْرَكُ عَلَى قِدَمِهِ. يَعْنِي: أَنَّ الْقَدِيمَ الْمُوَافِقَ لِلشَّرْعِ يَجِبُ أَنْ يُتْرَكَ عَلَى حَالِ الْقَدِيمِ مَا لَمْ يَثْبُتْ خِلَافُهُ؛ ---أَمَّا الْقَدِيمُ الْمُخَالِفُ لِلشَّرْعِ الشَّرِيفِ فَلَا اعْتِبَارَ لَهُ يَعْنِي أَنَّ الشَّيْءَ الْمَعْمُولَ بِغَيْرِ صُورَةٍ مَشْرُوعَةٍ فِي الْأَصْلِ وَفِي ابْتِدَاءِ وَضْعِهِ فَلَا اعْتِبَارَ لَهُ أَيْ لَا يُتْرَكُ عَلَى قِدَمِهِ وَلَوْ كَانَ قَدِيمًا وَيُزَالُ إِذَا كَانَ فِيهِ ضَرَرٌ فَاحِشٌ[21] اور یہ مذکورہ دونوں غیر شرعی رواج اب بھی چترال میں موجود ہیں۔ جن کو ختم کرنا علماء کرام اور وفاقی شرعی عدالت کی ذمہ داری ہے۔ الحمد اللہ بندہ ناچیز کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ایسے غیر شرعی رسم ورواج اور بدعات کو مٹانے کے لئے اللہ پاک نے خاندان بخاری کے بزرگوں کو ذریعہ بنایا۔ روز اول سے ہی باطل اور ظالم

---

[16] النساء، 11:4

Al-Nisa, 4:11

[17] محمد یونس خالد ڈاکٹر، ریاست چترال کی تاریخ اور طرز حکمرانی، (کراچی: زم زم پبلیکیشنز، 2019)، ص162

Muhammad Younis Khalid, Dr., Riasat Chitral ki Tarikh aur Tarz-E-Hukamrani, (Karachi: Zam Zam Publicationz, 2019AD), p.162

[18] علی بن ابی بکر، المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، 391:4؛ محمد کمال الدین، ابن الہمام، فتح القدیر، (بیروت: دارالفکر)، 86:10؛ محمد امین ابن عابدین، الشامی، ردالمحتار مع الدر المختار، (بیروت: دارالفکر، 1412ھ-1992ء)، 434:6؛ لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ، مجلۃ الاحکام العدلیۃ، (کراچی: نور محمد کتب خانہ)، مادۃ:6

Ali ibn Abi Bakr al-Marghīnānī, al-Hidāyah fī Sharḥ Bidāyat al-Mubtadī, 4:391; Muḥammad Kamāl al-Dīn Ibn al-Humām, Fatḥ al-Qadīr, 10:86; Muḥammad Amīn Ibn ʿĀbidīn al-Shāmī, Radd al-Muḥtār ʿala al-Durr al-Mukhtār, 6:434 (Beirut: Dār al-Fikr, 1412 AH/1992 CE); Lajnah Mukawwanah min ʿIddah ʿUlamāʾ wa-Fuqahāʾ fī al-Khilāfah al-ʿUthmānīyah, Majallat al-Aḥkām al-ʿAdliyyah, Article 6 (Karachi: Nūr Muḥammad Kutub Khānah).

[19] مجلۃ الاحکام، مادۃ:7 ومادۃ:1224

Majallah Al-Ahkam, Madah:1224

[20] علی حیدر آفندی، درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، (دارالجیل: 1411ھ-1991م)، 24:1، مادۃ:7

Ali Haider, Afandi, Durar Al-Ahkam Fi Sharh Majalla Al-Ahkam, (Dar Al-Hial: 1411HD – 1991AD), 1/24, Mada:7

[21] آفندی، درر الحکام، 24:1، مادۃ:6

Afandi, Durar Al-Ahkam, 1/24, Madah:6

بادشاہوں کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے کی وجہ سے بخارا جیسے عظیم مرکز علم سے ہجرت کرنے کی نوبت آئی، چنانچہ جداول عبدالکریم شاہ بخاری المعروف کنان شاہ بخاریؒ نے عالم اسلام کے مشہور مرکزِ علم بخاریٰ سے چترال کارخ کیا، وہاں مڑپ جیسے دور دراز علاقے میں آباد ہوئے، اور پھر ان کی اولاد میں سے (کچھ سلسلہ کے بعد) قلندر بیگ بخاریؒ اور غیرت بیگ بخاریؒ تھے، جو کہ انور بیگ بخاریؒ کی اولاد میں سے تھے۔ اور داد محترم قلندر بیگؒ والئیؒ سوات (سیدو بابارح) کے مرید خاص تھے، شاگرام گولدور میں آباد تھے، ان کے بیٹے حافظ عبید اللہ صوفی المعروف خان صوفی، جو اعلیٰ حضرت مہتر شجاع الملک کے دور حکومت میں عشر و خراج کے ذمہ دار یعنی ملک مقرر تھے۔ اور پشاور ہزار خوانی کے حضرت صاحبؒ کے مرید خاص تھے۔ معتمد ذرائع سے علاقے میں معروف ہے کہ دادا محترم حافظ عبید اللہ صوفیؒ رمضان کے مہینے میں سینکڑوں میل کا سفر پیدل طے کرکے تورکہو شاگرام سے علاقہ دیر میں ختم قرآن کے لئے آیا کرتے تھے۔ تو یہ سب کچھ ان بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا کہ ان حضرات نے اپنی جائداد اور علاقے وغیرہ سب کچھ قربان کیے، لیکن اسلام کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی برداشت کرنے کو گوارا نہیں کیا۔ بلکہ برابر بدعات کا خاتمہ کرتے رہے۔ چنانچہ دادا محترم مفتی عبدالحمیدؒ صاحب جو ریاست چترال کے مفتی رہے، انہوں نے بطور خاص مذکورہ بالا دو غیر شرعی رواجوں کا اپنے ہاں سے خاتمہ کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے جائداد تقسیم کرکے بیٹیوں کا حصہ الگ کیا، جو کہ علاقہ میں ایک عجیب سا معاملہ تھا، لوگ حیران تھے کہ بیٹیوں کو کیسے حصہ دیا جاتا ہے۔ اور دوسری غیر شرعی رسم یہ تھی کہ مکانات کو چھوٹے بیٹے کو دیا جاتا تھا جو کہ انتہائی ظلم کا فیصلہ تھا کیونکہ شریعت نے سب کو برابر کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ اور برابری نہ کرنے پر بہت سخت وعید سنائی ہے چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ان کے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا: "نہیں"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر نعمان سے بھی اس غلام کو واپس لے لو۔ دوسری روایت میں ہے۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔[22]

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کسی وارث کے میراث سے فرار اختیار کرے یعنی برابری نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت سے اس کا میراث کاٹ دے گا۔[23]

---

[22] البخاری، الصحیح، باب الہبۃ للولد، حدیث: 2586، وباب الاشہاد فی الہبۃ، حدیث: 2587
Al-Bukhari, Al-Sahih, Hadith:2586 & 2587

[23] محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (دار احیاء الکتب)، باب الحیف فی الوصیۃ، حدیث: 2703
Muhammad Bi Yazid, Ibn Maja, Sunan Ibn Maja, (Berot: Dar Ihya Al-Kutub), Bab Al-Hif Fi Al-Wasyyati, Hadith:2703

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ

"اگر میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں کو مردوں پر ترجیح دیتا، پس تم اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو۔"[24]

چنانچہ دادا محترم (حضرت مفتی صاحب مرحوم) نے اس قبیح رسم کو بھی ختم کرنے کے لئے عملی کوشش کرتے ہوئے مکانات چھوٹے بیٹے کو نہیں دیے بلکہ آبائی مکانات بڑے بیٹے کو دیے تاکہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ یہ چھوٹے بیٹے کا شرعی حق ہے۔ اور چھوٹے بیٹے کو اس کے مقابلہ میں علاقہ غوردا میں موجود جائداد دے دی کہ اسے فروخت کر کے اپنے لئے مکانات کا انتظام کرے۔ اس طرح دونوں کو تقسیم میں برابر کا حصہ دیا۔ پھر یہ الگ بات ہے کہ بعد میں دونوں بیٹے آپس میں صلاح ومشورہ اور باہمی رضامندی سے (Compromise) کر کے تبادلہ کر کے بڑے بیٹے نے لے لیا اور غوردا میں موجود زمین اپنے چھوٹے بھائی کو دی۔

مجرم کو پکڑنے کا طریقہ: (Method of Catching Guilty)

قدیم زمانے سے ہی چترال بیرونی حملہ آوروں کی زد میں رہا، جیسے چینی، ایرانی، ترکی اور روسی وغیرہ۔ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ چترال کی تہذیب وثقافت کو متاثر کیا بلکہ چترال کے رواجی اور انتظامی قوانین کو بھی متاثر کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ چترال میں بہت سارے رواج ودستور ہیں جو ان کے نافذ کردہ ہیں اور بعد کے ادوار میں بھی نافذ العمل رہے۔ چترال کے باشندے روز اول سے قانون کا احترام اور قانون کی پاسداری میں مشہور ہیں۔

ان رواجی قوانین میں سے ایک منفرد خصوصیت کا حامل اجتماعی ذمہ داری کا تصور بھی تھا چونکہ پہلے کوئی پولیس کا محکمہ نہیں تھا جو باقاعدہ تحقیق کر کے چوروں اور مجرموں کو پکڑ لیتی، البتہ شجاع الملک کے آخری دور میں پولیس کا محکمہ قائم کیا گیا جس کی طرف سے کچھ مخصوص لوگ محرر مقرر کیے گئے تھے جو گاؤں میں خفیہ طور پر مجرموں کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے جس کی وجہ سے جرائم میں کافی کمی بھی محسوس کی گئی، البتہ بعض لوگ رضاکارانہ طور پر یہ خدمات انجام دیتے تھے، لیکن باقاعدہ طور پر پولیس کا محکمہ 1953ء میں عمل میں آیا اس سے پہلے رواجی قانون کے تحت اجتماعی ذمہ داری تھی۔ کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے کہیں چھپ جاتا یا غائب ہو جاتا تو یہ پورے گاؤں والوں کی ذمہ داری ہوتی کہ اسے پکڑ کر حاضر کرتے۔ ایک تو یہ ان کے ہاں رواجی قوانین میں سے تھا، اور دوسری طرف ریاست کی طرف سے بھی ان پر لاگو تھا، چنانچہ اگر گاؤں کے لوگ مجرم کو پکڑ کر حوالہ کرنے میں ناکام رہتے تو ریاست کی طرف سے پورے گاؤں والوں پر جرمانہ عائد کیا جاتا جو پورے گاؤں والوں سے وصول کیا جاتا۔ اور

---

[24] یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر، الاستذکار، (بیروت: دار الکتب، 1421ھ بمطابق 2000ء)، 7:288؛ الشامی، ردالمحتار، 4:444

Yousif Bin Abdullah Ibn Abdul Bar, Al-Istizkar, (Berot: Dar Al-Kutub, 1421HD – 2000AD), 7/288; Al-Shami, Rad Al-Muhtar, 4/444

اس طرح کے معاملات میں تعاون کرنے پر گاؤں والوں کو انعام واکرام سے نوازا جاتا۔اور جرائم کے معاملہ میں نہ صرف مجرم جواب دہ تھا بلکہ گاؤں کے تمام لوگ بھی جواب دہ ہوتے تھے۔[25]پورے گاؤں کی ذمہ داری کا یہ ضابطہ گو یا فقہ اسلامی کے ضابطہ قسامت کے مترادف ہے۔اس کے تحت اگر کسی گاؤں کے قریب کوئی لاش پائی جائے تو پورے گاؤں سے پچاس افراد کو ذمہ دار ٹھہرا کر ان سے قسم لی جائے گی۔[26]اور یہ جرائم کے سدّ باب کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

اثرات:(Effects)

اس رواجی قانون اور اجتماعی جواب دہی کے بہت ہی اچھے نتائج نکلے، کیونکہ جب سارے گاؤں والوں کو جواب دہ قرار دیا جاتا ہے تو ہر شخص نہ صرف یہ کہ خود جرائم سے باز رہتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی برائیوں سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔اور یہ قرآن وسنت کا حکم بھی ہے کہ ہر شخص خود بھی نیک عمل کرے اور دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دے، خود بھی برائیوں سے اجتناب کرے اور جہاں کہیں برائی کا ارتکاب ہوتا ہوا دیکھے تو اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ"[27]

"(مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔ان میں سے کچھ تو مؤمن ہیں، مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔"

لیکن سارے گاؤں والوں کو باقاعدہ مجرم قرار دے کر ان پر جرمانہ عائد کرنا جبکہ جرم کا ارتکاب انہوں نے نہیں کیا، یہ قابل غور ہے، کیونکہ جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے وہی حقیقی طور پر جواب دہ ہے۔فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہوگی نہ کہ آمر کی طرف۔الا یہ کہ فاعل کو مجبور کیا گیا ہو تو اس صورت میں فعل کی نسبت مجبور کرنے والے شخص کی طرف ہو سکتی ہے۔[28]

---

[25] یونس خالد، ریاست چترال کی تاریخ، ص163
Younis Khalid, Riastat Chitral ki Tarikh, p.163

[26] محمد بن احمد شمس الائمہ السرخسی، المبسوط، (بیروت: دار المعرفۃ، 1414ھ۔1993ء)، باب القسامۃ، 26:106؛ محمد بن محمد اکمل الدین البابرتی، العنایۃ شرح الہدایہ، (بیروت: دار الفکر)، 10:373
Muhammad Bin Ahmad Shams Al-Aima Al-Sarakhsi, Al-Mabsoot, (Berot: Dar Al-Marifah, 1414HD – 1993AD), Bab Al-Qisamati, 26/106; Muhammad Bin Muhammad Akmaluddin Al-Babarti, Al-Inaya Sharh Al-Hidaya, (Berot: Dar Al-Fikr(, 10/373

[27] آل عمران، 3:110
Aal-E-Imran, 3:110

[28] مجلۃ الاحکام، مادۃ:89
Majallah Al-Ahkam, Madah:89

تاہم یہاں یہ واضح رہے کہ کچھ فقہاء کے نزدیک اگر گاؤں کے پچاس آدمی قسم بھی کھائیں کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا ہے، تب بھی ان سے دیت وصول کی جائے گی۔ حضرت عمر رض کا تعامل بھی ہے۔ (29)

بہر حال پورے گاؤں والوں کو بطور تنبیہ کے جواب دہ ٹھہرانا، تاکہ جرائم کا سدّ باب ہو۔ یہ اس سلسلے میں بہت موثر اور قابل تعریف طریقہ ہے۔

نتیجہ بحث:(Conclusion)

الحاصل علاقہ چترال کے ریاستی دور کے مقدمات قصاص و دیت کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا، کہ علاقہ چترال ایک پر امن علاقہ ہونے کے باوجود ریاستی دور میں کافی جرائم کے زد میں رہا۔ جن میں سے بہت سارے مقدمات محفوظ نہیں رہے۔ بعض نامکمل ہیں، کچھ فیصلہ شدہ اور محفوظ ہیں۔ بہر حال ان تمام مقدمات کا بنیادی سبب اسلامی احکامات کی خلاف ورزی یا ناواقفیت ہے۔ جو کہ قتل کی نوبت تک پہنچا دیتی ہے۔ البتہ ریاستی دور میں قتل و غارت اور فسادات کے روک تھام کے لئے بعض بہترین طریقے بھی اختیار کیے جاتے تھے۔ جیسا کہ گاؤں والوں کو جواب دہ ٹھہرانا، اس سے لوگ محتاط ہوتے تھے۔

اس لئے ان مقدمات پر مزید تحقیقی کام کر کے ان کو ڈیجیٹلائز کرنا ضروری ہے تاکہ بہتر طریقے پر محفوظ بھی رہیں اور ان سے استفادہ بھی آسان ہو جائے۔ اور سدّ باب کے طریقوں کو اپنا کر معاشرے میں موجود قتل و غارت، اختلافات و فسادات اور لڑائی جھگڑے سے چھٹکارا پایا جا سکے۔

---

[29] السرخسی، المبسوط، 108:26؛ البابرتی، العنایۃ، 149:2؛ زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، (بیروت: دار الکتاب الاسلامی)، 446:8

Al-Sarakhsi, Al-Mabsoot, 26/108; Al-Babarti, Al-Inaya, 2/149; Zain Uddin Ibn Nujaim, Al-Bahr Al-Raiq Sharh Kanz Al-Daqaiq, (Berot: Dar Al-Kitab Al-Islami), 8/446